# بلوچستان میں اسلامی ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

وحدت کا سب سے اہم رشتہ جو بلوچستان نے پاکستان کو مہیا کیا وہ اسلام ہے۔ تاریخ سندھ کو باب الاسلام کے نام سے پکارتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی سیاست وثقافت پہلی بار سندھ میں جلوہ افروز ہوئی مگر حقیقت یہ ہے کہ باب الاسلام ہونے کا شرف حقیقت ٦ میں بلوچستان کو ہی حاصل ہے تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ٢٣ھ / ٦٤٣ میں مکران ربیع بن زیاد کے ہاتھوں فتح ہوا اور یہیں سے مسلمان آگے بڑھ کر ٢٤ھ / ٦٦٤ میں خضدار پر قابض ہوئے اور دار الحکومت بنایا خضدار میں اسلامی حکومت کا قیام ایک نعمت تھا یہاں مسلمانوں نے معاشرت میں کسی قسم کا دخل دیئے بغیر اپنے اعلیٰ اخلاق کی بدولت یہاں کے مکینوں کو اتنا قریب کرلیا کہ من وتو کا فرق مٹ گیا۔

بلوچستان میں برہمن راج زیادہ دیر قائم نہ رہا اور حضرت عمرؓ کے عہد میں کرمان کا علاقہ فتح ہوا اس وقت کرمان کے پہاڑوں میں کوف (کوچ) اور بلوص (بلوچ) نامی لوگ رہتے تھے اور مکران میں ہندوستان کی جاٹ اور دوسرے قومیں آباد تھیں مگر بلوچ یا براہوئی نہیں تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں حکیم بن جبلہ عیدی سندھ اور بلوچستان تشریف لائے تو انہوں نے حکومت کو جو رپورٹ دی اس میں لکھا کہ وہاں کا پانی کھاری کھجور ردی قسم کی اور چور بڑے دلیر ہیں اگر کوئی تھوڑا سا لشکر لے کر جائے تو نیست ونابود ہوجائے گا اور اگر زیادہ لشکر لے کے جائے تو بھوک سے مرجائے گا۔

چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ کے زمانے میں ٣٩ھ /٦٥٩ میں حضرت حارثؓ بن مرۃ العبدی بلوچستان آئے اور کچھ علاقے فتح کیے مگر قلات میں ساتھیوں سمیت لڑتے ہوئے شہید ہوگئے ٤٤ھ / ٦٦٤ء میں امیر معاویہؓ کے زمانے مکران فتح ہوا عربوں نے یہاں اپنا فوجی اڈا قائم کیا اسکے بعد مکران کی جنگ کے لئے عبداللہ بن سوار العبدی کو بھیجا گیا انہوں نے قلات کے کچھ علاقے فتح کرلئے اور قلاتی گھوڑے تحفتاً امیر معاویہؓ کو پیش کیے دمشق سے واپس مکران تشریف لائے تو حالات بدل چکے تھے چنانچہ انہیں شہید کردیا گیا انکے بعد حضرت سنان بن سلمہ سپہ سالار مقرر ہوئے انہوں نے سارا مکران فتح کیا اور شہر کو نئے سرے سے آباد کیا۔

اس زمانے میں مشہور مسلمان سپہ سالار مہلب ابن ابی صفرہ سیستان کے درے کے راستے آئے اور بنوں پھر ملتان سے ہوکر بلوچستان میں داخل ہوئے اور جگہ جگہ جنگ لڑی قلات میں ایک اٹھارہ ترک سواروں سے جو دم کٹے گھوڑوں پر سوار تھے سامنا ہوا اور تمام سوار مارے گئے مہلب کے بعد عبداللہ بن سوار العبدی سنان بن سلمہ اور رراشد بن عمرو الجدیدی مکران کے حاکم بنے بعد ازاں حضرت ابوالاشعث بن جارود العبدی مکران کے حاکم مقرر ہوئے انہوں نے قلات فتح کیا اور درہ بولان تک کا

علاقہ فتح کرلیا اس زمانے میں خضدار کے لوگوں نے بغاوت کی مگر ابوالاشعث نے باغیوں پر زبردست حملہ کر کے فتح پائی۔

ابوالاشعث کے بعد ابن حری الباھلی مکران کے حاکم بنے انکے زمانے میں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے جب حجاج بن یوسف عراق کا حاکم بنا تو سعید بن اسلم الکلابی کو مکران کا حاکم بنایا گیا اس وقت ایک عرب سردار حارث العلافی اپنے قبیلے کے ساتھ بھاگ کر عمان کے راستے مکران پہنچا اور سندھ کے راجہ داہر کے مقرب ہونے کی بنا پر مکران کی سرحد پر اسے بہت بڑی جاگیری دی گئی کسی بات پر سردار حارث العلافی کی سعید بن اسلام الکلابی سے دلی رنجش ہوگئی۔اس نے اپنے دو بیٹوں معاویہ اور محمد کے ہاتھوں سعید کو قتل کروادیا اور مکران پر قبضہ کرلیا علافیوں کی سرکوبی حجاج بن یوسف نے مجاعہ بن سعر التمیمی کو بھیجا مگر جب علافیوں کو اپنا انجام سامنے نظر آیا تو انہوں نے مکران چھوڑ کر راجہ داہر کے پاس پناہ لینے میں عافیت سمجھی مگر حجاج بن یوسف کے سپہ سالاروں نے ان باغیوں کا پیچھا کر کے راجہ داہر سمیت ان کو قرار واقعی سزائیں دیں۔

محمد بن قاسم نے ۸۹ھ/۷۰۷ء میں راجہ داہر کے خلاف جنگ کی تو اس وقت مکران یعنی بلوچستان مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، راستے محفوظ، مساجد آباد اور کوہستانی علاقے ہر قسم کے خطرے سے پاک تھے۔

''کتاب الانساب'' میں سمعانی نے تحریر کیا ہے کہ اصطخری کے عہد میں خضدار میں مغیرہ بن احمد حاکم عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا علمائے قصدار (خضدار) میں محمد جعفر بن الخطاب القصداری بڑے اونچے درجے کے عالم شمار ہوتے تھے انہوں نے حدیث کا علم ابوالفضل عبدالصمد بن محمد بن نصیر العاصمیؒ سے حاصل کیا انکے شاگردوں میں سے ابوالفتوح عبدالغافر بن الحسین بن علی الکاشغری کو زیادہ شہرت ملی۔

پانچویں صدی کے نصف اول کے مشاہیر محدثین میں سے ابو داؤد سیبویہ بن اسماعیلؒ قریب وفات ۴۶۰ھ (بمطابق ۱۰۶۷ء) نے قصدار (خضدار) سے نقل مکانی کر کے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی جہاں درس حدیث کا کام جاری رکھا ابوالعاسم علی بن محمد بن عبداللہ بن یحییٰ طاہر حسینی، ابوالفتح رجاء بن عبدالواحد صبہانی اور حافظ ابوالحسین بن ابی الحسن رداسی جیسے فضلا انکے اساتذہ کرام میں شمار کیے جاتے ہیں۔

چوتھی صدی ہجری میں رابعہ بنت کعب القصداری جو ایران کے شاعر رودکی کی ہم عصر شاعرہ تھیں نے قصدار میں فارسی شعر و ادب کے موتی بکھیرے مولانا جامی نے رابعہ کا ذکر ان مستورات میں کیا ہے جو معرفت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

پانچویں صدی ہجری (بمطابق) گیارہویں صدی عیسوی) میں مشائخ ہنکار کی کیچ مکران میں تشریف آوری ہوئی شیخ موسیٰ قریشی الہاشمی کے بیٹے سلطان ابوعلی نے خلق خدا کی بہبودی کی خاطر انکی حکمرانی قبول کی اور سلطان ابوالبقا تک یہ خاندان بر سر اقتدار رہا سیّد احمد توختہؒ (وصال ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء مدفن لاہور) نے کیچ مکران میں قیام کے دوران اپنی بیٹی بی بی حاج (مدفن

لاہور) کا نکاح ہنکار خاندان کے شہزادہ بہاؤ الدین سے کر دیا۔ اسکے بعد ان کا بڑا فرزند سلطان حمید الدین تخت پر بیٹھا مگر اسنے تخت چھوڑ کر درویشی اختیار کی اور سلطان التارکین کا لقب پایا مشائخ ہنکار نے ڈیڑھ سو برس تک حکومت کی۔

سابق ریاست قلات میں میر احمد خان اول کے دور میں (۱۰۷۶ھ تا ۱۱۰۷ھ) (بمطابق ۱۶۶۵ء تا ۱۶۹۵ء) میں کسی نہ کسی صورت میں اسلامی وشرعی قوانین اور اصولوں کا نظام جاری وساری رہا۔ میر احمد خان دوم نے اپنے زمانے (۱۱۲۷ھ تا ۱۱۲۹ھ بمطابق ۱۷۱۴ء تا ۱۷۱۶ء) میں ایک دیوانی کونسل کی تشکیل کے ساتھ محکمہ قضا قائم کیا۔

میر نصیر خان نوری کے دور حکومت (۱۱۶۴ھ تا ۱۲۰۹ھ/۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۴ء) میں اسلام کے احکام سرکاری طور پر نافذ ہوئے آپکی والدہ محترمہ بی بی مریم صاحبہ بھی اسلام کی روح کی علم بردار تھیں جھالاوان جہاں شریعت محمدی پر عمل نہ کیا جاتا تھا مندرجہ ذیل احکامات نافذ کیے۔

۱۔ شریعت کے اوامر ونواہی پر سختی سے عمل کیا جائے۔

۲۔ شادی اور دیگر طربیہ مواقع پر مرد اور عورتیں اکٹھے چاپ (رقص) میں ہرگز حصہ نہ لیں۔

۳۔ شادی ختنہ اور دیگر تقریبات پر سرود، تمبور، چنگ، دف وغیرہ مطلقاً استعمال نہ کیے جائیں۔

۴۔ شراب، بھنگ اور چرس ممنوع ہیں اور کوئی عورت بے پردہ بازار نہ جائے۔

۵۔ غلاموں کی تجارت ممنوع ہے۔

۶۔ اموات پر مرد اور عورتیں زیادہ ماتم نہ کریں۔ یعنی سر ننگے نہ کریں، بال نہ بکھیریں، چہرے مسخ نہ کریں اور اپنے آپ کو زخمی نہ کریں۔

۷۔ مسلمان فقیروں کے پاس ارادت مندی سے نہ بیٹھیں اور لمبے بال نہ رکھیں۔

۸۔ قصبات میں نماز جمعہ لازمی قرار دی گئی اور محلے کے لوگ مسجد کے پیش امام کی ضروریات کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے۔

۹۔ سیاہ کاری کے غلط الزام پر بہتان تراش پر ۸۰ روپے کی سزا ملے گی۔ اور بعد میں ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ سختی او بدسلوکی بھی ممنوع قرار دی گئی۔

۱۰۔ ہندو اپنے مندروں میں مسلمان نوکر نہ رکھیں اور مسلمان ان کی پوجا میں شریک نہ ہوں۔ ہندوؤں کے مکان مسلمان باشندوں کے مکانوں سے اونچے نہ ہوں اور وہ شناخت کے لئے ماتھوں پر تلک یا ٹیکہ لگائیں۔ مندروں میں عبادات پر موسیقی ممنوع قرار دی گئی اور ماتموں پر بھی۔ سیر وتفریح میں ہندو مسلمانوں سے آگے نہ نکلیں اور ایسے ہی بازار گلی وغیرہ میں بھی ہندو زین والے گھوڑے پر نہ بیٹھیں۔

۱۱۔ مزاروں کے آس پاس بھیڑیں قربان نہ کی جائیں اور ان کا خون انسانوں اور گھوڑوں کو نہ لگایا جائے لمبے لمبے

بالوں والے شخصوں کے سر کے بال تراش دیئے جائیں اور ان پر مطلقاً اعتبار نہ کیا جائے شادی بیاہ کے مواقع پر گھوڑوں وغیرہ کے ذبیحہ پر پابندی لگادی گئی کیونکہ ان کا گوشت شرعاً حرام ہے۔

۱۲۔ زکواۃ اور عشر واجب قرار دیئے گئے۔

۱۳۔ سود ممنوع کر دیا گیا۔

۱۴۔ ملاؤں کے معاملات اور طرز عمل پر کڑی نگاہ رکھنے کی ہدایت جاری کر کے انہیں باجماعت نماز پڑھنے کی تاکید کر دی گئی۔

میر نصیر خان نوری نے اپنے بیان کے آخر میں حکم دیا کہ کسی بھی مرد کو شریعت کے دائرے سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔

میر نصیر خان اعظم کا شرع انور کی روشنی میں اصلاحات کا یہ نفاذ ایک ایسا کارنامہ ہے، جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اور جسکی مثال ہمعصر تاریخ میں مفقود ہے۔ان کی مہر پر یہ آیت کندہ تھی ''**حسبی اللہ و نعم الوکیل و نعم المولیٰ و نعم النصیر**''

میر موصوف نے اپنے لشکر کے ہمراہ جو پشتون، بلوچ اور براہوئی سپاہیوں پر مشتمل تھا احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مل کر جہاد میں حصہ لیا۔

میر نصیر خان نوری کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے احکام کا باقاعدہ تتبع کیا اور ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی حتیٰ کہ انگریزوں کی مداخلت بھی میر نصیر خان نوری کی قائم کردہ شریعت محمدی کی بنیادوں کو ہلا نہ سکی۔

۱۹۳۳ء میں میر احمد یار خان موحوم نے تخت نشینی کے بعد میر نصیر خان نوری کی شریعت محمدی کے نفاذ کی تحریک میں نئی روح پھونک دی کیونکہ اس میں انگریزوں کے تسلط اور سرداروں کی انگریزوں کے اشارے پر بے راہ روی اور خلاف ورزی کے باعث کمی واقع ہوگئی تھی میر احمد یار خان نے قاضیوں کو فیصلہ کرنے کے مکمل اختیارات دیئے وزیر معارف کا عہدہ قائم کر کے مذہبی امور کی نگرانی بھی اسکے سپرد کر دی مستورات کو شریعت محمدی کے بموجب وراثت میں انکے شرعی حقوق دیئے گئے۔

شمالی بلوچستان میں اسلام اپنی صداقت اور روح پرور تعلیمات کی بدولت فروغ پذیر ہوا۔ پختونوں کی تاریخ کے مطابق ان کا جد اعلیٰ قیس (کیس) عبدالرشید ہادئی اسلام آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔اس قبیلے نے اسلام کو اس انداز سے اپنایا کہ اسلام پختون ثقافت کا غیر فانی جزو بن کر رہ گیا۔ پختونوں کی تاریخ میں ہزاروں سپاہی اور متعدد نامور جرنیل نے نام پیدا کیا اور بہت سے علماء اور صوفیاء بھی تبلیغ اسلام کے لئے بہت زیادہ پیش پیش رہے۔ان میں شیخ بیٹ لیکہ یا بیٹ بابا، ملک یار غرشین، شیخ احمد ولد موسیٰ لقب جوانمرد، شیخ حسن افغان (وصال ۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء) میاں عبدالحکیم نانا صاحب

(۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء۔۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء) اور انکے خلفاء میں میاں نور محمد، ملا عثمان اخوند، میاں محمد حسن یسین زئی۔ خواجہ میاں روح اللہ اخوند زادہ گا نگلزئی (۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء۔۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) اور انکے نامور خلیفہ خواجہ فیض الحق جان چشموی (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء۔۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) اوران کا چشموی بزرگان کا سلسلہ، علامہ عبدالعلی اخوند زادہ، آغا سید محمد یعقوب شاہ اور ملا عبدالسلام وغیرہ بہت زیادہ شہرت کے مالک ہیں۔

علاوہ ازیں انہی بزرگوں میں شیخ البلوچستان علامہ محمد فاضل درخانی ایک اہم شخصیت تھے جنہوں نے عالموں فاضلوں کا ایک ایسا گروہ پیدا کیا جس نے بلوچستان پر عیسائیت کی یلغار کو ناکام بنایا اس گروہ میں علامہ محمد عمر دین پوری کا نام سر فہرست ہے۔

بلوچستان کے طول وعرض میں قریباً چار سو دینی مدارس دین مصطفوی کی اشاعت میں شب و روز مصروف ہیں بلوچستان میں ایسی محفلیں منعقد ہوتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک بے پناہ عقیدت واحترام سے کیا جاتا ہے۔

اب چند اہم باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے صاحب خلق عظیم آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا ماحصل منظر عام پر آئے گا اور یہ پتہ چلے گا کہ کیسے انسان انگریزوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تہذیب سے متاثر ہونے کی بجائے اسکے مقابل صف آراء ہوئے اور عصر حاضر کے لئے بھی پیغام مصطفی ﷺ کا اعادہ کر گئے۔ ۱۲۵۵ھ بمطابق ۱۸۳۹ء سے سابقہ ریاست قلات میں انگریز سامراج کا عمل دخل، تہذیب وتمدن اور عقیدے کے اعتبار سے ہر شعبہ حیات میں اپنی کارستانی دکھانے لگا۔ بعد ازاں انگریزی فتوحات کا سیلابی عمل بلوچستان کے اطراف واکناف کو اپنی لپیٹ میں لیتا گیا۔ عمل نفوذ کے ساتھ ساتھ عمل تبلیغ بھی شروع ہوا اور یہی انگریزوں کی یلغار کا دوسرا دور تھا۔ چنانچہ عیسائی مبلغین براہوی علاقوں میں مصروف عمل ہو گئے۔ ان کا ایک زبردست قائد ریورینڈٹی۔ جے۔ ایل میسر تھا۔ جو برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی سے متعلق تھا۔ وہ سالہا سال تک براہویوں سے آزادانہ گھلا ملا رہا اور پھر اس نے تین حصوں میں ''اے براہوئی ریڈنگ بک'' رومن حروف میں لکھی جو ۱۹۰۷ء میں لدھیانے میں چھپی۔ اسکا پہلا حصہ ابتدائی معلومات اور آسان مضامین پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ نسبتاً مشکل مضامین پر اور تیسرا حصہ ایک نا ولچہ ہے۔ جس میں ایک براہوی عوام سے براہ راست گھل مل کر انہیں زر و جواہرات اور اختیار و اقتدار کا چسکا ڈال کر عیسائی تعلیمات کا قائل وعامل کروا دیا جائے تا کہ غیر ملکی انگریز حکومت اور براہوی عوام میں کوئی فاصلہ ہی نہ رہے اور کسی مدافعت ومخالفت کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ اس کتاب کے ہر حصے کے آخری صفحہ پر یہ عبارت مرقوم ہے:

"Dedicated to those servants of Christ, whose high privilige it may be to evangelize the Brahui people in the near future......"

(''یہ کتاب حضرت عیسیٰ کے ان پیروؤں کے نام منسوب ہے جن کو یہ عظیم سعادت نصیب ہو سکتی ہے کہ وہ مستقبل قریب میں

بروھی لوگوں کو عیسائی بنالیں''

اس پس منظر میں مولانا محمد فاضل درخانی رحمتہ اللہ علیہ ابھرے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت انہیں انگریز کی فکری اوراعتقادی یلغار کے مقابل لاکر اسلام کا بول بالا کرنا چاہتی تھی چنانچہ آپ نے بتیس سال تک تبلیغ حق واصلاح معاشرہ کا کام سر انجام دیا۔خلق محمدی ﷺ اور عشق احمدی سے سرشار مولانا موصوف نے ان علاقوں کے عوام کی ایسی اصلاح کی کہ جہاں رات دن ڈاکے پڑتے تھے اور قتل وغارت کرنا بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا وہاں ایسا امن ہوا کہ اسکی مثال بہت کم ملتی ہے۔وہ تبلیغ کے لئے تنہا جاتے، کسی کے مہمان نہ ہوتے اور کسی کے گھر کا کھانا نہ کھاتے۔کیونکہ تبلیغ کے دوران وہ اس بات کو مناسب نہ سمجھتے تھے۔وہ اپنے ہمراہ ستو اور گڑ رکھتے تھے۔انہی کو استعمال میں لاتے اور رات کے وقت کسی مسجد میں عبادت کرتے۔

قصبہء درخان میں پہلے کوئی مدرسہ نہ تھا۔آپ نے اپنے گھر کے نزدیک مسجد بنوائی اور اس کے احاطہ میں مدرسہ جاری کیا۔جہاں باقاعدہ درس وتدریس کا عنصر عام ہوا۔ہر نماز کے بعد مولانا موصوف خود بھی وعظ فرماتے۔قدرت نے آپ کی زبان میں اتنی تاثیر رکھی تھی کہ جو بھی آپ کے حلقہ میں آیا گناہوں سے تائب ہوکر نیک اور پارسا بنا۔آپ کا حلقہء اثر وسیع ہوتا گیا۔ہر وقت آپ کے ہاں لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔دین محمدی ﷺ کی باتوں کا چرچا ہوا اور انتہائی عقیدت کے باعث کئی لوگ مرید بن گئے۔آپ نے باہر سے آنے والوں کے لئے لنگر کا بندوبست کیا اور قیام کی خاطر ایک سرائے بھی تعمیر کرائی۔

قصہ مختصر شیخ البلوچستان علامہ محمد فاضل درخانی (المتوفی ۱۳۱۴ھ /۱۸۹۶ء) نے میر نصیر خان نوری (۱۱۶۴ھ/۱۲۰۹ء تا ۱۷۵۰ھ/۱۷۹۴ء) کے عہد کے ملک داد کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے نہ صرف براھویوں کے دلوں کو ایک بار پھر نور اسلام سے تابندہ کیا بلکہ عالموں، فاضلوں، مفسروں اور مبلغوں کا ایک ایسا نامور گروہ پیدا کردیا جس نے بلوچستان پر عیسائیت کی یلغار کو کسی طرح بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔مولانا کے نامور تلامذہ میں مولانا محمد عبداللہ درخانی، مولانا نبو جان، مولانا عبدالمجید چوتوئی اور مولانا عبدالحیٰ تھے۔مولانا محمد فاضل درخانی رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ایک ہی صاحبزادی تھی۔جس کی شادی عالم اور متقی حاجی محمد عظیم رئیسانی سے ہوئی۔ان کے فرزند ارجمند مولانا عبداللہ درخانی تھے جو مولانا محمد فاضل کی صحبت وتربیت میں کندن بنے۔مولانا محمد فاضل کی وفات پر مولانا عبداللہ ہی آپ کے جانشین ہوئے اور ادارۂ مطبوعات، مسجد اور لنگر وغیرہ کا انتظام سنبھالا۔

آپ نے ڈھاڈر میں دینی مدرسہ بھی قائم کیا جس سے اس علاقے کی معزز ہستیاں بہرہ ور ہوئیں۔ان میں سے سیّد اورنگ شاہ اور سیّد عبدالمجید شاہ زیادہ معروف ہیں۔گرمیوں میں آپ سریاب (کوئٹہ) تشریف لاتے کیونکہ ڈھاڈر کی گرمی نا قابل برداشت ہوتی ہے۔سریاب میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا۔آپ فتویٰ بھی لکھ کر دیتے تھے جو''فتویٰ درخانی'' کے نام سے دو جلدوں میں محفوظ ہیں۔آپ دو سال تک سابقہ ریاست قلات کے قاضی القضاۃ رہے۔آپ نے حضرت

خواجہ محمد عمر چشموی کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔آپ ایک خوش گوشاعر بھی تھے۔مرشد کے ارشاد پر نقشبندی مجددی سلسلہ کا منظوم شجرہ بھی تیار کیا جو آپ کی قادرالکلامی کا مظہر ہے۔آپ متعدد کتب کے مصنف تھے۔''شمائل شریف'' اور'' معجزات شریفہ'' خاصہ مشہور ہیں۔جو منظوم اور براھوئی زبان میں ہیں۔

''معجزات شریفہ'' کے صفحہ ۷۷ پر قصیدۂ نعتیہ بہت متاثر کن انداز میں منظوم کیا گیا ہے۔''ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد'' والا معاملہ دکھائی دیتا ہے۔چند شعر ملاحظہ کیجئے:

موکو، تھے ارائے
کیسوت کرے ثنائے
تو لوک خایہ غائے

تورات انجیل و شادی
تسر مبارک بادی
بریک نبیء ہادیﷺ

او خواجہ مس لولاک
سجدہ کریتہ سہلاک
ھم بوٹو و درختاک

ترجمہ: آپﷺ جب غار ثور میں تشریف لے گئے تو مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا بنا۔کبوتری نے ثنا بیان کی اور انڈا سینے لگی۔

تورات اور انجیل میں یہ خوشخبری آئی اور مبارک باد کے پیغام اائے کہ نبی اور ہادیﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپﷺ آقائے لولاک ہیں۔آپﷺ کو چوپایوں، جڑی بوٹیوں اور درختوں نے بھی سجدہ کیا۔

مولانا نبو جان (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) کی مشہور ترین تصانیف ''تحفۃ الغرائب'' ''ناصح البلوچ'' اور ''نصیحت نامہ'' ہیں ل ان کا ایک قابل توصف کارنامہ ملا ملک داد کی تصنیف ''تحفۃ العجائب'' کی طباعت تھی۔جس کے ذریعہ سے پہلی بار تحریراً براھوئی زبان میں نور اسلام پھیلانے کی تک ودو کی گئی تھی۔ملا ملک داد ابن آدین غرشین کی سوچ اتنی برمحل تھی کہ ان کی تصنیف کے سترہ سال کے اندر ۱۱۹۰ھ بمطابق ۱۷۷۶ء میں میر نصیر خان اعظم نے براھوئیوں کی جہالت اور غیر اسلامی انداز زندگی کو بدلنے کیلئے جھالاوان میں ایک وفد بھیجا جس نے وہاں ایسے قوانین نافذ کئے جو شریعت اسلامیہ اور وقار انسانیہ کے لئے مفید تھے۔بہ الفاظ دیگر ملا ملک داد میر نصیر خان اول کی اصلاحات کے ذہنی محرک تھے۔

علاوہ ازیں ملا ملک داد کا اثر اس قدر ہمہ گیر اور وارفتہ تھا کہ وہ انہی کے زمانے تک مقید نہ رہا۔ چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں درخان (ڈھاڈر) سے جو تحریک نشاۃ الاسلامیہ شیخ البوچستان حضرت مولانا محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ کے زیرِ قیادت ابھری وہ نہ صرف لسانی بلکہ موضوعاتی اور ذہنی اعتبار سے بھی ملا ملک داد کی روایت کو لئے ہوئے تھی اور چونکہ درخانی مدرسۂ فکر اور اسکی نگارشات عالیہ اب بھی مصروف تخلیق وتطہیر ہیں۔ لہٰذا یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ملا ملک داد کی روایت اب بھی براھوئی علم و ادب اور ذہن وقلب میں رچی بسی ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ براھوئی زبان کا موجودہ فارسی رسم الخط بھی ملا ملک داد کا ہی اپنایا ہوا ہے۔

مولانا نبوجان کے زمانہ میں ایک جانب انگریز تھے جن کے پاس سرمایہ کی فراوانی تھی اور وہ اپنے پمفلٹوں کی تعداد اشاعت میں روز بروز اضافہ کرتے رہتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ عیسائی مبلغین نے گاؤں گاؤں جا کر غریبوں کو پیسوں اور کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعے بہکانے کی سعی کی۔ وہ قافلوں کے ہمراہ بھی رہتے تاکہ ان کے ساتھ میل جول بڑھا کر تبلیغ کر سکیں۔ دوسری طرف مولانا نبوجان اپنی کم مائیگی کے باعث اپنی تصانیف کی تعداد اشاعت نہ بڑھا سکے۔ خود بھوکے رہے لیکن اپنا اثاثہ مذہبی کتابوں کی اشاعت پر لگا دیا۔ نتیجتاً لوگ رات کو آگ کے قریب بیٹھ کر مولانا کے مذہبی اشعار ترنم سے پڑھتے اور دوسرے انہیں بڑی لگن کے ساتھ سنتے۔ یوں مولانا کی کتابیں کم چھپیں مگر ان سے نسبتاً زیادہ لوگ بہرہ یاب ہو سکے۔

جس طرح مولانا الطاف حسین حالی نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو بُری رسوم سے آگاہ کر کے ان کو ترک کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اسی طرح بلوچستان میں وہی انداز مولانا نبوجان نے اپنایا۔ ان کے ''نصیحت نامہ'' نے لوگوں کو بیدار کر کے دین مصطفیٰ ﷺ کی صحیح تبلیغ کی۔

مولانا عبدالمجید چوتوئی مولانا نبوجان کے فرزند ارجمند تھے۔ جنہوں نے مولانا محمد فاضل اور اپنے والد محترم سے بیک وقت علمی دینی اور باطنی اسفادہ کیا۔ ان کی مندرجہ ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔

مفرح القلوب، گلشن راغین، دار لمجیدی، جوش حبیب ﷺ اور شمع القلوب لاحراق الذنوب (قلمی)

مولانا عبدالحیٔ نے تبلیغ وتلقین کے علاوہ سلسلۂ مطبوعات بھی جاری رکھا۔ یوں تو ان کی ذات سے بہت سوں کو فائدہ ہوا مگر ان کے مایۂ ناز شاگرد مولانا محمد عمر دین پوری تھے۔

علامہ محمد عمر دین پوری بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، مؤلف اور فنکار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عملی سیاسی کارکن بھی تھے۔ وہ نظم ونثر دونوں پر یکساں طور پر حاوی تھے۔ آپ نے اڑتالیس کتب براہوئی زبان میں تصنیف وتالیف کیں اور اس اعتبار سے وہ براھوئی کے سب سے بڑے مصنف ہیں۔ عیسائی مشنریوں نے ۱۹۰۷ء میں انجیل کا براھوئی ترجمہ بھی شائع کر دیا تھا۔ مولانا محمد عمر دین پوری کا ترجمۂ قرآن حکیم (کل صفحات ۱۴۳۸) ۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۹۱۵ء میں طبع ہو کر براہویوں کے

لئے ڈھال بن گیا۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ترجمہ متصور ہوتا ہے، جس کی شستگی اور روانی کی تعریف کی گئی ہے۔ آپ نے قراان مجید کے بعض پاروں کی تفسیر بھی لکھی جو علیحدہ علیحدہ شائع ہوئی۔ علامہ دین پوری نے اپنی چند ایک کتابوں جیسے سودائے خام، مشتاق مدینہ، فی الفراق، وبیس فی ذکر الحبیب ﷺ، تعلیم السلام، نصیحت نامہ وغیرہ میں حضور پاک سرور کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ ایک مقام پر کہتے ہیں:

محمد ناصف ہر جاائے          دراو پوٹو مش تیائے

ترجمہ:۔ محمد ﷺ کی صفت ہر جگہ موجود ہے، دریاؤں، میدانوں اور پہاڑوں پر۔

آپ نے اپنی دوسری کتابوں میں ارکان اسلام، اسلامی عقائد، مذہبی مسائل، جہالت کے نقائص، دعا کی قبولیت، جوانی اور بڑھاپے کا موازنہ، پردہ، زلزلہ کی حشر سامانیاں، قرآن واحادیث نبوی ﷺ کے مطالعہ کے فوائد، صنف نازک کے لئے دینی ہدایات اور گھریلو مسائل وغیرہ پر بحث کی ہے۔ انداز بیان متاثر کن ہے۔

مولانا محمد عمر دین پوری نے ترک موالات کی تحریک سے صرف نظر نہ کیا۔ وہ مرد میدان ثابت ہوئے اور مولانا عبیداللہ سندھی کی تحریک کو لبیک کہتے ہوئے افغانستان جا پہنچے۔ جب تحریک خلافت ختم ہوئی تو واپس لوٹے۔ واپسی پر جیکب آباد کے قریب ایک بستی ''دین پور'' بسائی اور وہیں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں مصرف رہے۔ مگر آخر عمر میں ''نثر بینٹ'' علاقہ جھالاوان آ گئے اور آخری دم تک مصرف تبلیغ و تلقین رہے۔ آپ کے درجنوں رفیق کار تھے اور ارادتمندوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ آپ نے ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۸ء میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ آپ کے ایک لخت جگر مولانا عبداللطیف آپ کے سامنے اللہ کو پیارے ہوئے۔ دوسرے فرزند مولانا محمد شریف بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے۔ البتہ آپ کی صاحبزادی مائی تاج بانو نے تصنیف و تالیف کے ذریعے آپ کا مشن جاری رکھا۔ معاشرتی و مذہبی اصلاح کی خاطر آپ نے ''تسریع النساء'' دو جلدوں میں لکھی۔ آپ براھوئی زبان کی اولین ادیبہ، شاعرہ اور مرثیہ نگار ہیں۔

میاں حضور بخش جتوئی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد فاضل درخانی رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسۂ درخاں سے فیض یاب ہو کر علاقہ سنی (ضلع کچھی) کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''تائب'' میں ایک دینی مدرس کی حیثیت سے رہنے لگے۔

مشنریوں کے خلاف مولانا محمد فاضل درخانی رحمتہ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھانے اور بلوچ حلقوں تک پہنچانے میں آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ آپ نے بعض دینی کتب جیسے شمائل شریف کا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیا۔ ماہرین کہتے ہیں کہ انہوں نے ترجمے کا حق ادا کیا ہے۔ بلوچی زبان میں دینی کتب کی بہت کمی تھی جسے مولانا جتوئی کی کتب نے پورا کر دیا۔ مولانا موصوف کا عظیم ترین کارنامہ قرآن مجید کا صاف وشستہ بلوچی میں ترجمہ ہے۔ جو ابھی تک متداول ہے۔

مولانا جتوئی کی شاعری خالصتاً دینی اور مذہبی شاعری ہے۔ بلوچ عوام میں اسے مقبولیت حاصل ہے۔ ان کی کتب

آج بھی ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

مولانا عبدالباقی درخانی، مولانا محمد عبداللہ درخانی کے صاحبزادے تھے جو ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء میں عالم وجود میں آئے اور حال ہی میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ موصوف ایک عالم فاضل اور درویش صفت انسان تھے اور انکے عظیم وجلیل خاندان کی علمیت وفضیلت اب انہی میں مرکوز تھی۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف تھے۔ وہ بہت اچھے حمد گو، نعت گو اور نغمہ پرداز تھے۔ براہوئی، بلوچی اور فارسی میں اظہار خیال کرتے تھے۔ ان کا یہ شعر خاصا مشہور ہے۔

زمین آسماں ستارہ ٹی محمد اس محمد اس

نا فکر و اشارہ ٹی محمد اس محمد اس

ترجمہ:۔ زمین، آسمان اور ستاروں میں محمد ﷺ ہی محمد ﷺ ہے اور ہمارے فکر واشارہ میں بھی محمد ﷺ ہی محمد ﷺ ہے۔

حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۱۰۲ھ /۱۶۹۰ء) کے خانوادہ سے سلطان صالح محمد (ف ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) اور سلطان نور احمد (ف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)، سلطان نور محمد (ف ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء) اور سلطان محمد نواز عارف (ف ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) نے تصوف اسلام کی تبلیغ میں سیرت محمدی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے بلوچستان میں سبی، ناڑی، کچھی اور قلات کے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کر کے کفار کے منصوبوں کو ملیامیٹ کیا۔

یہ تھا اس صاحب خلق عظیم آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے کا اثر اور نتیجہ۔۔۔۔ اسے چودھویں صدی ہجری میں وقوع پذیر زندہ معجزہ کہا جائے تو بجا ہوگا۔

''فخر کونین'' (حصہ اول تا سوم) بلوچستان کے ایک نامی گرامی صاحب حال شاعر اور پاکستان کے مایہء ناز ادیب جناب محشر رسول نگر کا ایک علمی وادبی شاہکار ہے۔ اس میں محشر صاحب روضۂ مقدسہ پر حاضری دیتے وقت عصر حاضر کی وہ سب مصیبتیں، آتیں اور آزمائش ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں جو اس وقت مختلف اسلامی ملکوں پر تاریخ گھٹاؤں کی طرح چھائی ہوئی ہیں۔ آخر میں ان گنت بے تاب اور بے قرار دلوں میں تڑپتی ہوئی اور مچلتی ہوئی امنگ کو پیش کرتے ہیں جس میں موجودہ دور کے انسان کی بقا اور جلارح پوشیدہ ہے۔

شاہا! دلوں کو ولولۂ انقلاب دے ہر نوجوان کو جوشِ دلِ بوتراب دے

فیضِ نظر سے گوہر ملت کو آب دے اُمت کی تیرہ شب کو نیا آفتاب دے

سوئے وطن یہ تحفۂ سرکار لے کے جاؤں

در سے ترے مراد دلِ زار لے کے جاؤں

## کتابیات


۱۔ محمد صدیق اخوند، تاریخ بلوچستان (قلمی)، ۱۲۷۶ھ۔

۲۔ اطہر مبارک پوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، دہلی، ۱۹۶۷ء۔

۳۔ پروفیسر انور رومان، بلوچستان میں تعلیم، کراچی، ۱۹۷۷ء۔۷۸ء۔

۴۔ ایضاً، دوسرا ایڈیشن (مع اضافے) کوئٹہ، ۲۰۰۵ء۔

۵۔ بزم ثقافت، ثقافت اور ادب وادی بولان، کوئٹہ، ۱۹۶۶ء۔

۶۔ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹر، بمبئی، ۱۹۰۶ء۔۰۷ء۔

۷۔ دوسرا ایڈیشن، کوئٹہ، ۱۹۸۶ء۔

۸۔ دین محمد افغانی، تجدید الاسلام، کوئٹہ، ۱۹۴۷ء۔

۹۔ سراج منیر، محمد اسحاق بھٹی، المعارف (مجلہ علمی) اسلامی تہذیب اور پاکستان، لاہور، جولائی، اگست، ۱۹۸۵ء۔

۱۰۔ سلیمان ماکو، تذکرۃ الاولیا۔

۱۱۔ ملک صالح محمد خاں لہڑی، بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۵۵ء۔

۱۲۔ مولانا عبداللہ درخانی، افازۃ المصلی، لاہور، ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء۔

۱۳۔ عبدالرحیم صابر قاضی، سیر مکران، (حصہ اول)، کراچی، ۱۹۱۷ء۔

۱۴۔ ایضاً، مکران تاریخ کے آئینے میں، کراچی، ۱۹۶۷ء۔

۱۵۔ فیاض محمود، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، لاہور چودھویں جلد (جلد دوم)، ۱۹۷۱ء۔

۱۶۔ کامل القادری، مہمات بلوچستان، جلد اول و دوم، لاہور، ۱۹۸۰ء۔

۱۷۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں، لاہور، ۱۹۸۳ء۔

۱۸۔ ایضاً، سیرت پاک ﷺ کی خوشبو، لاہور، ۱۹۹۳ء۔۱۹۹۶ء۔

۱۹۔ محمد اسلم، سرمایہ عمر، لاہور، ۱۹۷۶ء۔

۲۰۔ محمد قاسم، عمدۃ الآثار فی تذکار اخبار الکبار، کراچی، ۱۳۷۲ھ۔

۲۱۔ حافظ نذر احمد، جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان، لاہور، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء۔

۲۲۔ نور احمد فریدی، بلوچ قوم اور اسکی تاریخ، ملتان، ۱۹۶۸ء۔

۲۳۔ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، رپورٹ دینی مدارس پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۹ء۔